دل کی بات　　　مدیر

سوات میں نظامِ عدل کا نفاذ

توقعات، صورتحال اور خدشات

۱۴/اپریل ۲۰۰۹ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے سوات میں ''نظامِ عدل'' کے نفاذ کی قرارداد کثرتِ رائے سے منظور کرلی اور صدر مملکت نے اس پر دستخط کر دیئے۔ حکومت کا یہ اقدام نہ صرف سوات کے عوام کی اکثریت کے دلوں کی آواز ہے بلکہ پاکستان کے عوام کے دینی واعتقادی جذبات کی ترجمانی ہے۔

پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں وانا، وزیرستان، بلوچستان اور سوات کے علاقوں میں نام نہاد دہشت گردی کے خاتمے کی آڑ میں عوام کے خلاف فوجی آپریشنز شروع کیے گئے۔ دوسری طرف امریکی ونیٹو افواج نے ڈرون حملے کیے۔ جس کے نتیجے میں ہزاروں بے گناہ انسان مارے گئے۔ اس جنگ میں پاک فوج کا بھی شدید جانی ومالی نقصان ہوا۔ عوام میں اپنی ہی فوج کے خلاف نفرت اس پر مستزاد تھی۔ قومی اسمبلی کی طرف سے نظامِ عدل کی حمایت سے سوات امن معاہدے کو مزید تقویت ملی، امن بحال ہوا اور فوج کے خلاف نفرت، محبت میں تبدیل ہوگئی۔

نظامِ عدل کا نفاذ اس وقت ملکی وبین الاقوامی، پرنٹ والیکٹرانک میڈیا کا موضوعِ سخن ہے۔ حمایت اور مخالفت میں بہت کچھ لکھا اور بولا جارہا ہے لیکن ناقدین اور تجزیہ نگاروں کی اکثریت نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اس اقدام سے ریاستی ادارے مستحکم ہوں گے، پارلیمنٹ کی خودمختاری قائم ہوگی، امن بحال ہوگا اور لوگوں کو اُن کی خواہش کے مطابق سستا اور فوری انصاف ملے گا۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۹ء تک ان علاقوں میں یہی قوانین رائج تھے جنھیں ''نظامِ عدل'' کا نام دیا گیا ہے۔ ۱۹۶۹ء میں ریاست سوات نے پاکستان سے الحاق کیا اور مالاکنڈ کمشنری نظام میں مدغم ہوگئی۔ اسی طرح بعض دیگر علاقوں نے بھی پاکستان سے الحاق کرلیا۔ اگر ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۹ء تک نظامِ عدل سے پاکستان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تو ان شاء اللہ اب بھی نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ نظامِ عدل کے نفاذ کے بعد صوفی محمد اور مولوی فضل اللہ نے پاکستان سے وفاداری اور ملکی سلامتی کے لیے ہر قربانی دینے کا اعلان بھی کیا۔

بلاشبہ پاکستان کے عوام کو سوات کی ''تحریک طالبان'' اور ''کالعدم تحریک نفاذِ شریعت محمدی'' کی قیادت سے بہت ہی اچھی توقعات وابستہ تھیں اور ہیں لیکن موجودہ صورتِ حال ان توقعات کے حق میں بہتر ثابت ہونے کی بجائے خدانخواستہ مستقبل کے خدشات میں تبدیل ہوتی نظر آرہی ہے۔